

پاکستان تا قیامت قائم رہے گا!

یقین نہیں آتا۔ انسان اپنے ہی ملک کے خلاف ٹوپی پر بیٹھ کر کیسے بات کر سکتا ہے۔ سیاست ہونی چاہیے۔ مگر ریاست کی سلیت کے عوض سیاست ازحدادی اور قابلِ ذمۃ ہے۔ اس میں بھی اب کوئی شک نہیں رہا کہ سیاسی بیانات، تقاریر کو بھی ملکی مفادات کے دائرے میں رہنا چاہیے۔ کراچی کی مثال سامنے رکھیے۔ الطاف حسین کے ایک اشارے پر پورا شہرِ منجد ہو جاتا تھا۔ سڑکیں سنسان کر دیں جاتی تھیں۔ قاتلوں کے گروہ اور جھنٹے، اہل شہر کی گرد نیں اڑانے کو سیاست کا حصہ سمجھتے تھے۔ تاجر اور عام آدمی، بھتے دینے پر مجبور تھا۔ پھر کیا ہوا۔ پاکستان کے خلاف صرف ایک تقریر نے عوام اور آئینی اداروں کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ قائد کراچی، قصہ پارینہ بن گیا۔ سیاسی جماعت تتر بتھو گئی۔ قریب ترین ساتھیوں نے الطاف حسین سے دوری اختیار کر لی۔ اسی شہر، جہاں اسکا ڈنکا بجتا تھا۔ آج اس شخص کا احترام سے نام لینے والا کوئی نہیں ہے۔ جہاں تک مہاجرین اور انکے حقوق کا تعلق ہے وہ بالکل ایک درست بات ہے۔ ایم کیوائیم پاکستان کا بھرپور جمہوری حق ہے کہ وہ اہل کراچی اور اپنے لوگوں کیلئے سہولتیں میسر کریں۔ سمجھنے کی بات ہے کہ ہمارے لوگ سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں۔ زندہ رہنے کیلئے تمام مصائب جھیل لیتے ہیں۔ مگر ایک امر پر کوئی ذی شعور صبر کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اس میں میرے جیسے طالب علم بھی شامل ہیں۔ اگر پاکستان کوئی گالی دے، ملک توڑنے کی بات کرے، ملکی وحدت کے خلاف گفتگو کرے، تو ایسے بیانیہ کا ہمارے سماج میں کوئی گاہک نہیں۔ اس رویہ کا کوئی خریدار دور دوڑک نہیں ہے اور نہ ہو گا۔

یہ لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ صرف اسلیے کہ دل حد درجہ دکھا ہے۔ ملک میں ہزار خرابیاں صحیح، مگر اسکو توڑنے کی بات، ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں۔ سینٹ کا چیئر مین کون بنتا ہے۔ کیوں بنتا ہے۔ کیسے بنتا ہے۔ اس سے عوام کی کوئی دلچسپی نہیں۔ اسلیے کہ کوئی بھی تیس مارخان، سینٹ کی مند پربراجمان ہو جائے، اس سے لوگوں کے مسائل توصل نہیں ہونگے۔ عام آدمی کی زندگی پر کیا فرق پڑتا ہے کہ یوسف رضا گیلانی، سینٹ کی چیئر مین شپ پربراجمان ہو جائے یا سنجرانی اسکی جگہ کامیاب ہو جائے۔ اب تو عوام کو اس سے بھی فرق نہیں پڑتا کہ وزیر اعظم کس جماعت کا ہو۔ سوبار پیپلز پارٹی آئے یا مسلم لیگ یا تحریک انصاف۔ مزدور کو تو مزدوری ملے گی تو اس کا چوہا جلے گا۔ عام آدمی تو محنت کیے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور معذرت کے ساتھ، اب کوئی سیاسی گروہ یا جماعت اس قابل نہیں کہ ملکی مسائل کو حل کرنے کی استطاعت رکھتی ہو۔ مگر ایک نکتہ پر کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔ وہ ہے ملک کی سلیت اور ہماری جغرافیائی حدود کا قائم رہنا۔ سینٹ کے چیئر مین کا لیکشن ہارنے کے بعد، ان لیگ سے جڑے ہوئے ایک ایم این اے نے جس طرح کی زبان استعمال کی ہے، ملک کی وحدت کے خلاف طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ جس سنجیدگی سے انہوں نے ملک کے ٹوٹنے کی طرف بھرپور اندماز میں منقی با تین کی ہیں، اسکی ہرگز کنجائش نہیں ہے۔ سیاسی اور آئینی ادارے یہ سب کچھ کس طرح برداشت کر گئے، مجھے اسکا علم نہیں۔ مگر اس ضلعی سطح کے سیاستدان کے بیانیہ کو سب کے سامنے لانا لکھاریوں اور محبت وطن لوگوں کا فرض ہے۔ اس شخص پر ذاتی تلقید نہیں کرنا چاہتا۔ اسلیے کہ میری اپنی نظر میں یہ مناسب نہیں۔ مگر ہر بابر انسان موصوف کے سیاسی سفر کی سفرازی کا قاتل ہے؟ پاکستان کو گالی دینا ہرگز ہرگز قابل برداشت

نہیں۔ مگر اسی بات کی ایک اور تہہ بھی ہے۔ اپوزیشن کے اس ایم این اے کے اداکردہ منفی جملوں پر انکی اپنی جماعت کے قائدین کی طرف سے کسی غیر وابستگی کا اعلان نہیں کیا گیا۔ لندن اور لاہور میں تشریف فرما علیٰ قیادت نے کوئی ایسا بیان نہیں دیا کہ اس ایم این اے کی وطن دشمنی کی بات کی مذمت ہونی چاہیے۔ اس سیاستدان کی سیاسی گوشائی بھی ہونی چاہیے۔ کیا اس سے یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ بیانیہ دراصل علیٰ قیادت کے ایسا پر دیا گیا ہے یا انکی رضامندی شاملِ حال ہے۔ قیافہ نہیں ہے کہ اب ملک کی جغرافیائی حقیقت پر بھی ایک سیاسی جماعت سیاست کرنے کا فیصلہ کرچکی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو جان لیجئے کہ ہم جیسے مفلس پاکستانی ہر چیز برداشت کر لینے گے۔ مگر ملک کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ نہیں کر سکتے۔ ریاست اور سیاست میں سے اگر چنان پڑا، تو ہر محبت وطن پاکستانی کا چنا و ریاست اور اس کا استحکام ہو گا۔

بھر پور طریقے سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ملک ہے تو سب کچھ ہے۔ یہ ساری شان و شوکت اور کار و بار حیات صرف اور صرف آزاد ریاست کی بدولت ہی قائم ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو ذرا ہمسایہ ملک میں مسلمانوں کی حالت زار کا مشاہدہ کیجئے۔ بی جے پی نے حالیہ ایکشن میں کسی ایک مسلمان کو اپنی ٹکٹ نہیں دی۔ مسلمانوں پر روزگار کے تمام ذرائع تنگ کیے جا چکے ہیں۔ عدم برداشت کا رو یہ اتنا تو انہیں ہے کہ کوئی ایک مسلمان بھی کسی ادارے میں فیصلہ کن پوزیشن پر موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں کی سیاسی، مذہبی اور سماجی قوت کو بے دردی سے ختم کیا گیا ہے۔ اگر مسلمان اڑکاپی اپنے ڈی بھی کر لے، تو اسے اچھی سر کاری ملازمت نہیں ملتی۔ عرض کرنا مقصود ہے کہ ہم اسی سے سکون سے بیٹھے ہیں کہ پاکستان ایک خود مختار ملک ہے۔ یہاں ہم، یعنی مسلمانوں کو اس قسم کی کسی تنگی اور رو یہ کا سامنا نہیں جو کہ ہندوستان میں ہے۔ حیرت ہے ہمارا ایک اپوزیشن کا ایم این اے، اتنی منفی جرات کا مظاہرہ کرتا ہے کہ ملک توڑنے کا حوالہ دینا شروع کر دیتا ہے۔ پاکستان نہ کھپے کی بات کرتا ہے۔ خدارا، اس طرزِ عمل کی بیخ کنی کیجئے۔ یہ ملک ہمارے لیے پوری دنیا میں واحد پناہ گاہ ہے۔ ہاں اگر ملک نہ کھپے، کا بیانیہ واقعی آپ جیسے سیاستدان کے دل کے قریب ہے۔ تو ذرا جائیے، ہمسایہ ملک میں، اور وہاں اپنی طرز کی سیاست کیجئے۔ اور ہاں، میں نے آج تک ہمسایہ ملک کا ایک ایسا سیاستدان نہیں دیکھا جو ہندوستان میں بیٹھ کر اپنے ملک کے خلاف بات کرے۔ یقین کیجئے۔ وہاں کے عوام اور ادارے اسکی زبان گدی سے کھینچ لینے گے۔ مگر ہمارے آزاد ملک میں، آزادی اظہار کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ پہلی بار عرض کر رہا ہوں کہ اس حد کو قائم ہونا چاہیے۔

اسی اہم نکتہ کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ گزشتہ دس پندرہ سالوں میں دہشت گردی کے خلاف ہمارے عسکری، سولین اور انٹیلی جنسیں اداروں نے حد درجہ موثر کردار ادا کیا ہے۔ یہ کہنا اور لکھنا از حد آسان ہے کہ اس جنگ میں ہمارے ستارے ہزار لوگ کام آئے ہیں۔ شہید ہوئے ہیں۔ مگر کیا وہ شہادتیں اسیے دی گئی تھیں کہ عامی لوگ اٹھ کر ملک کے خلاف ہر زہ سرائی شروع کر دیں۔ لکھنا بہت آسان ہے۔ مگر مجھے اپنے ایک ڈاکٹر دوست کا سچا سانحہ نہیں بھولتا۔ جو پنڈی میں اپنے جوان سال ائیر فورس کے افسر بیٹے کے ساتھ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیا تھا اور وہاں دہشت گردوں کی فائرنگ سے اپنی اور اپنے بیٹے کی جان کا نظر انہ دیکر ملک پر ہر چیز وار گیا تھا۔ جب بھی کسی شہادت کا علم ہوتا ہے اور وطن پر قربان ہونے والے جوان کی قومی پرچم میں لپٹی ہوئی لاش دیکھتا ہوں، تو یقین فرمائیے، آنسو ضبط کرنے

مشکل ہو جاتے ہیں۔ ہمارے نوجوان بچے، اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر، ذاتی شہادتیں دیکر، ملک کی آبرو کی حفاظت کر رہے ہیں۔ کیا کسی شہید کی والدہ کو گریہ کرتے دیکھا ہے۔ جس حوصلے اور ظرف سے بوڑھے والدین، جوان بیوائیں، ننھے منے بچے، والد، بیٹیاں، بیٹے، اپنے لعل کی شہادت کو سن جاتے ہیں۔ یہ بذاتِ خود ایک تھفہ ہے۔ روز پاکستانی جھنڈے میں ملبوس لاشیں، ہم سب کے سامنے آتی ہیں۔ کیا ان شہیدوں کی خون کی قیمت یہ ہے کہ ملک کے سیاستدان اور چند سیاسی جماعتیں اپنے وطن کی مٹی کو ہی ختم کرنے پر ٹھیک نہیں۔ نہیں صاحب نہیں، جب تک اس ملک میں ایک بھی وطن موجود ہے ملک کو توڑنے کی باتیں کرنے والوں کے بیانیہ کو ناکام بنا دیا جائیگا۔ یہ حقیقت ہے۔ اور ”نہ کچھے“ کہنے والا سیاستدان اور اسکی سرپرستی کرنے والے قائدین بھی کامیاب نہیں ہونگے۔

سوچیے، بینظیر بھٹو کی شہادت ایک المناک حادث تھی۔ اسکے بعد پورے ملک میں دنگا فساد، گھیر اور جلاود، سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے کا رویہ عروج پر تھا۔ مگر جس وقت آصف علی زرداری نے ”پاکستان کچھے“ کا نعرہ لگایا۔ امن بھر پور طریقے سے واپس آنے لگا۔ بھٹو خاندان کی تو آخری سیاسی میراث ختم ہوئی تھی۔ اُنکے گھر میں تو ایک اور لاش آئی تھی۔ خود اندازہ لگائیے کہ اہل خانہ کے جذبات کیا ہوں گے۔ مگر حوصلے اور ہمت کی داد دینی چاہیے کہ آصف زرداری نے ملک کی سلیمانیت کو برقرار رکھنے کی بات کی۔ ملک کے خلاف کوئی منفی بات نہیں کی۔ جذبات کو ٹھنڈا کیا۔ ذاتی قربانی دی مگر ملک کے کسی ادارے کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ قطعاً عرض نہیں کر رہا کہ میں آصف زرداری کی سیاسی روشن سے متفق ہوں۔ مگر زرداری کی اس بلندی طرفی کو فراموش کرنا نا انصافی ہوگی۔

کیا اب ہمیں یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ سینٹ کے ایکشن میں ہارنے کے بعد، ایک ناچیختہ سیاسی رہنماء کے نزدیک ملکی سلیمانیت اہم نہیں ہے۔ تو جناب، اس انداز فکر سے باہر نکلیے۔ آپ کی جماعت کے پاس تو ہمیشہ اقتدار رہا۔ اس ملک کے مفلوک الحال لوگوں نے آپکو کندھوں پر بٹھا کر اقتدار کے تخت پر بٹھا دیا۔ عوام بر باد ہوتے گئے۔ مگر آپ کے خزانے بڑھتے چلے گئے۔ عام لوگ کچھ گھروں میں رہتے گئے اور آپ کی جائیدادیں تمام برعظموں میں پھیلیت چلی گئیں۔ لوگ فاقہ کشی کی نظر ہو گئے، اور آپ آر گینک فوڈ پر منتقل ہو گئے۔ ہمارے بچے شہید ہوتے گئے اور آپ کی حفاظت کرنے والے محافظ بڑھتے چلے گئے۔ لوگوں نے سب کچھ برداشت کیا۔ حالانکہ انہیں معلوم تھا اور ہے کہ سیاستدان انہیں کچھ نہیں دے پائیں گے۔ مگر پھر بھی جھوٹی اُمید کے ساتھ بندھے رہے اور آج آپ کی جماعت کا ایک غیر مستند سیاستدان ملک کے متعلق کہتا ہے، کہ ”پاکستان نہ کچھے“، نہیں جناب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ آپ کبھی ملک کو توڑنے میں کامیاب نہیں ہونگے۔ ”پاکستان کچھے“، یہ ملک تا قیامت آبادر ہیگا!